ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی[1]

دلالت کی اقسام اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

Abstract

The accordance of Holy Quran and Hadith with the will of Allah is of two types, sometimes word-related and sometimes meaning related. Majority of Theorists rightly call the first as textual and the second as substantive. This thesis presents a few traditions of the Holy Prophets from Sehih-al-Bukhari to portray that imam Bukhari followed some certain rules in Abwab-ul-Trajum (Rules of Deriving meanings) of his book. It depicts that Imam Bukhari acknowledged these logical principles despite that those principles were not yet defined in books.

دلالت اقتضاء

'اقتضاء' لغوی اعتبار سے 'طلب کرنے' کے معنی میں مستعمل ہے۔ اصطلاح میں اقتضاء کی تعریف یہ ہے:

"هي دلالة اللفظ علي مسكوت يتوقف صدق الكلام وصحته واستقامته عليه، أى على تقديره في الكلام"[2]

"اقتضاء النص کلام کی اپنے ایسے محذوف لفظ پر دلالت کو کہتے ہیں کہ جس پر اسی کلام کی صداقت، صحت اور درستی موقوف ہو، یعنی اس کلام میں ایسا لفظ مقدر ماننا ہوگا جس سے وہ کلام درست ہو جائے۔"

علامہ آمدی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 631ھ) فرماتے ہیں:

"کلام میں مدلول کا مخفی اور مقدر ہونا دلالتِ اقتضاء کہلاتا ہے۔"[3]

---

1 پرنسپل لاہور انسٹیٹیوٹ فار سوشل سائنسز، لاہور

2 محلاوي، محمد عبد الرحمن، تسهيل الوصول إلى علم الأصول: ص 105، مطبعة مصطفى البابي الحلبي، مصر، 1341هـ

3 الآمدي، علي بن محمد، الإحكام في أصول الأحكام: 2/ 3، دار الكتب العربي، بيروت، 1404هـ

مقتضٰی کی اقسام

مقتضٰی کی درج ذیل تین اقسام ہیں:

1۔ جس پر صدق کلام موقوف ہو

1۔ صدق کلام کے لئے ضروری ہے کہ اسے مقدر واجب مانا جائے اور اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو کلام جھوٹ پر مبنی نظر آئے گا اور حقیقت کے خلاف واقع ہو گا۔ اس کی مثال یہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"إن الله تجاوز عن أمتي الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه"[1]

ظاہر کلام بتاتا ہے کہ امت سے ہر قسم کی خطا اور نسیان ختم کر دی گئی ہے اور یہ دونوں واقع نہیں ہوں گے جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے کیونکہ یہ تینوں چیزیں امت میں وقوع پذیر ہو رہی ہیں۔ امت معصوم ہے اور رسول ﷺ جو بتاتے ہیں، وہ سچ ہے، لہٰذا لازمی طور کسی محذوف کو مقدر ماننا پڑے گا۔ پس یہاں لفظ "الإثم" کو مقدر مانا جائے گا۔

2۔ جس پر شرعاً صحتِ کلام موقوف ہو

اسے مقدر مانے بغیر شرعی طور پہ کلام کی درستی ممکن نہ ہو جیسے: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾[2] بظاہر تو یہ نظر آتا ہے کہ چاہے مریض یا مسافر نے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں، وہ دوسرے دنوں سے گنتی پوری کریں گے لہٰذا التقدیر أعبارت یوں ہو گی: "أو على سفر فأفطر فعدة من أيام أخر"

3۔ جس پر عقلاً صحت کلام موقوف ہو

عقلی طور پر کلام کی درستی کیلئے اس کو مقدر تسلیم کرنا واجب ہے جیسے: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ﴾[3] عقل کی رو سے تحریم کی اضافت ذاتِ اُمہات کی طرف ممنوع ہے، پس یہاں اضمار ضروری ہے اور وہ ہے: "الوطء" یعنی: "حرم عليكم وطء أمهاتكم".

دلالت اقتضاء کی مثال

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ﴾[4]

---

1 ابن حبان، أبو حاتم محمد البستي، صحيح ابن حبان: كتاب أخباره ﷺ عن مناقب الصحابة، باب ذكر الأخبار...، رقم الحديث: 7219، الناشر مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولى، 1988

2 سورة البقرة:2: 184

3 سورة النساء:4: 23

4 سورة النساء:4: 23

"تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں حرام کی گئی ہیں۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حرمت کی نسبت ماؤں اور بیٹیوں کی طرف کی ہے حالانکہ حرمت کا تعلق ذات کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ ذات کے فعل کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے یہاں لفظ 'نکاح' مقدر ہے۔[1]

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «رفع القلم عن ثلاث، عن الصبي حتى يبلغ، وعن النائم حتىٰ يستيقظ وعن المجنون حتى يفيق»[2]

"تین قسم کے لوگوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے: بچہ جب تک وہ بالغ نہ ہو، سویا ہوا شخص جب تک بیدار نہ ہو اور دیوانہ جب تک اسے مرض سے افاقہ نہ ہو جائے۔"

دلالت اشارہ

ڈاکٹر عبد الکریم زیدان دلالت اشارہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"هي دلالة اللفظ على معنى غير مقصود من سياقه، لا أصالة ولا تبعاً ولكنه لازم للمعنى الذي سيق الكلام من أجله"[3]

"یعنی لفظ کی ایسے معنی پر دلالت جو اس کلام کے لانے سے نہ اصلاً مقصود ہو نہ ضمناً اور نہ تبعاً، لیکن وہ اس معنی کو لازم ہو، جس کیلئے کلام لایا گیا ہے۔"

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 1834م) فرماتے ہیں:

"حيث لا يكون مقصوداً للمتكلم"[4]

"یعنی جو عبارت میں مقصودِ متکلم نہ ہو۔"

مندرجہ بالا تعریفات سے ظاہر ہوا کہ 'دلالت اشارہ' سے مراد لفظ کی اپنے ان معنی پر دلالت ہے، جو اس کلام سے اصلاً اور تبعاً مقصود نہیں ہیں، لیکن وہ ان مقصود معنی کے لیے لازم کی حیثیت رکھتے ہیں۔

---

1 الزيدان، عبد الكريم، الدكتور، جامع الأصول اردو ترجمه الوجيز في أصول الفقه: ص106، مطبع مجتبائي، لاهور

2 الطحاوي، أحمد بن محمد بن سلامة، شرح مشكل الآثار: باب بيان مشكل ما روي عن رسول الله: 3358، مؤسسة الرسالة، بيروت، 1982ء

3 الزيدان، عبد الكريم، الدكتور، الوجيز في أصول الفقه: ص282، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولى، 2009ء

4 الشوكاني، محمد بن علي، إرشاد الفحول إلى تحقيق الحق من علم الأصول: 2/ 37، دار الكتب العربي، طبع أول، 1999ء

دلالت اشارہ کی مثالیں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ لِلۡفُقَرَآءِ الۡمُهٰجِرِيۡنَ الَّذِيۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ وَ اَمۡوَالِهِمۡ ﴾ [1]

" (مالِ فے) ان مہاجر مسکینوں کیلئے ہے، جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیئے گئے ہیں۔"

اس آیت کے الفاظ اس مفہوم پر دلالت کرتے ہیں کہ جو مہاجرین مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ چلے گئے تھے، ان کا فے کے مال میں حصہ ہے۔ یہ معنیٰ نص ہے اور یہ اس آیت کے وارد ہونے کا مقصود اصلی ہے۔ 'دلالت اشارہ' سے معلوم ہوا کہ مدینہ کی طرف ہجرت کرکے آنے والے مہاجرین کی جو جائیدادیں ان کے سابقہ وطن مکہ میں تھیں اور جن پر کفار مکہ نے قبضہ کر لیا تھا، اب وہ ان کی ملکیت سے نکل چکی ہیں، کیونکہ اس آیت میں مہاجرین کے لیے لفظ "الفقراء" استعمال ہوا ہے۔ "فقر" حقیقت میں کسی مال کی عدم ملکیت کا نام ہے، مال سے محض دوری کو فقر نہیں کہا جاتا۔ فقر کی ضد غنی ہے اور اس کا معنیٰ مال کی ملکیت کا ہونا ہے۔ صرف مال کا قرب کسی آدمی کو غنی نہیں کرتا۔ اس لیے مسافر حقیقت میں غنی ہے اگرچہ وہ اپنے مال و جائیداد سے دور ہوتا ہے لیکن مال پر اس کی ملکیت ثابت ہوتی ہے۔ مسافر فقیر نہیں ہوتا لہٰذا اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔

اس آیت میں لایا گیا لفظ "الفقراء" اشارۃً یہ معنی دیتا ہے کہ مہاجرین جن جائیدادوں کو مکہ میں چھوڑ آئے ہیں وہ ان کی ملکیت سے خارج ہو چکی ہیں۔ اگر مہاجرین کو مکہ میں چھوڑی ہوئی جائیدادوں کا بدستور مالک تصور کیا جائے تو پھر مہاجرین کا فقر ثابت نہیں ہوتا جبکہ قرآن مجید نے انہیں "فقراء" کہا ہے۔

'دلالت اشارہ' کی اقسام

دلالت اشارہ کی درج ذیل دو اقسام ہیں: 1۔ اشارۃ ظاہرہ 2۔ اشارۃ خفیہ

1۔ اشارۃ ظاہرہ

یعنی جس سے نص کے التزامی معنی معمولی غور و فکر سے سمجھ میں آ جائیں۔ اس کی مثال اوپر گزر چکی ہے۔

2۔ اشارۃ خفیہ

دلالت اشارہ کی اس قسم میں معنی و مفہوم معلوم کرنے کے لیے غور و فکر اور دقت نظر کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ دلالت کی اس صورت میں اشارہ خفیہ اور دقیق ہوتا ہے۔ اس کو سمجھنے اور معلوم کرنے میں مجتہدین کے درمیان اختلاف ہو سکتا ہے۔ نص کے اشارہ خفیہ سے ایک مجتہد وہ معنیٰ معلوم کر سکتا ہے جس کا دوسرا مجتہد

1 سورة الحشر:59: 8

ادراک نہ کر سکتا ہو۔[1] اشارۃ خفیہ کی مثال یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَ حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ ﴾[2]

" اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، اس کی ماں نے اسے تکلیف جھیل کر پیٹ میں رکھا اور تکلیف برداشت کر کے اسے جنا۔ اس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینے کا ہے۔"

اشارہ خفیہ کی دوسری مثال یہ آیت کریمہ ہے:

﴿ وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ ﴾[3]

" ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے، اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے۔"

مذکورہ بالا دونوں آیتیں بطور نص جن معانی پر دلالت کرتی ہیں، وہ یہ ہیں:

① والدین کے بارے حسن سلوک کی وصیت

② اس بناء پر ماں کی فضیلت جو وہ حمل اور رضاعت کے دنوں میں بچے کے لیے الم و مشقت برداشت کرتی ہے۔

یہ آیات انہی معانی و مفاہیم کے لیے لائی گئی ہیں۔ ان دونوں آیات سے اشارتاً یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔ ان آیات کا یہ معنی گہرے غور اور باریک بینی کا نتیجہ ہے۔ اکثر صحابہ کرام سے ان آیات کا یہ معنی مخفی رہا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ یہ معنی جان گئے تھے۔

مروی ہے کہ ایک شخص نے کسی عورت سے شادی کی اور شادی کے صرف چھ ماہ بعد اس عورت نے ایک بچے کو جنم دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہوا تو انہوں نے عورت کو رجم کرنے کا ارادہ کیا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ یا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ ﴾[4] "یعنی حمل اور دودھ چھڑانے کی کل مدت تیس ماہ ہے۔"

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ ﴾[5]

---

1 علم اصول فقہ ایک تعارف: 2/305

2 سورة الأحقاف:46: 15

3 سورة لقمان:31: 14

4 سورة الأحقاف:46: 15

5 سورة لقمان:31: 14

دودھ چھڑانے کی مدت دو سال یعنی چوبیس ماہ بیان کی گئی ہے۔ اگر حمل اور دودھ چھڑانے کی کل مدت میں سے جو تیس ماہ بنتی ہے، دودھ چھڑانے کی مدت یعنی چوبیس ماہ نکال دیں تو باقی حمل کی مدت چھ ماہ رہ جاتی ہے۔ لہٰذا حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عورت پر حد جاری نہ کی اور اسے بری کر دیا۔ [1]

دلالت تنبیہ و ایماء

نص کا علت کی طرف اس طرح اشارہ کرنا کہ حکم اور وصف باہم ملے ہوئے ہوں اور اگر وصف کو علت نہ مانا جائے تو کلام ناقص ٹھہرے، دلالت تنبیہ و ایماء کہلاتا ہے۔ بالفاظ دیگر جو دلالت صریح الفاظ کی بجائے بطریق التزام حاصل ہوتی ہے، اسے 'تنبیہ و ایماء' کہا جاتا ہے۔ یا یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ جب علت لفظ کی بجائے معنی کے پہلو سے سمجھ آئے تو اسے 'دلالت تنبیہ و ایماء' کہا جاتا ہے۔

امام زرکشی رحمہ اللہ (متوفیٰ 1392م) البحر المحیط میں فرماتے ہیں:

"الإيماء والتنبيه وهو يدل على العلة بالالتزام" [2]

"دلالت ایماء و تنبیہ سے مراد وہ دلالت ہے جو علت پر بطریق التزام دلالت کرے۔"

علامہ شنقیطی رحمہ اللہ (متوفیٰ 1973م) فرماتے ہیں:

"وأمّا دلالة الإيماء والتنبيه فهو لا تكون إلا على علة الحكم خاصة وضابطها: أن يذكر وصف مقترن بحكم في نص من نصوص الشرع على وجه لو لم يكن ذلك الوصف علة لذلك الحكم لكانت الكلام معيباً" [3]

"دلالت ایماء و تنبیہ بالکلیہ حکم کی علت سے متعلق ہے اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ نصوص شرع میں کسی حکم سے متعلق وصف کو اس طرح ذکر کیا جائے کہ اگر اس وصف کو، جو نص میں موجود ہے، حکم کی علت نہ مانا جائے تو کلام میں عیب واقع ہو جائے۔"

دلالت تنبیہ و ایماء کی اقسام

دلالت تنبیہ و ایماء کی درج ذیل چار اقسام ہیں:

فاء کے ذریعے حکم کو علت پر معلق کر دینا، اس انداز میں کہ فاء علت پر داخل ہو اور حکم اس سے پہلے موجود

1 عرفان خالد، ڈھلوں، ڈاکٹر، علم اصول فقہ ایک تعارف: 2/306، شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد، 2006ء

2 الزركشي، بدر الدين محمد بن بهادر، البحر المحيط في أصول الفقه: 4/178، دار الكتب العربية، بيروت، 2006ء

3 الشنقيطي، محمد أمين بن المختار، مذكرة أصول الفقه على روضة الناظر للعلامة ابن قدامة: ص222، المكتبة الشاملة، المكة المكرمة

ہو، جیسا کہ یہ بات آپ ﷺ کے فرمان میں موجود ہے، جو آپ ﷺ نے اس حاجی کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا جس کو اس کی اونٹنی نے گرا کر مار ڈالا تھا۔ فرمایا:

«كَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ... فَإِنَّ اللهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُلَبِّي» [1]

"اس کو انہی دو (احرام والے) کپڑوں میں کفن دے دو... کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس حال میں اٹھائیں گے کہ یہ تلبیہ پڑھ رہا ہو گا۔"

یا پھر فاء حکم پر داخل ہو اور علت اس سے پہلے موجود ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا أَيْدِيَهُمَا﴾ [2]

"چوری کرنے والے مرد و عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔"

حکم کا وصف پر شرط اور جزا کے صیغے کے ذریعے مرتب ہونا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرامین ہیں:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝﴾ [3]

"جو اللہ سے ڈرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے (مشکلات سے) نکلنے کا راستہ بنا دیں گے۔"

شارع کسی حادثہ کے بعد جس کے بارے میں سوال کیا جائے۔ اس پر کوئی حکم لگا دے جیسا کہ آپ ﷺ نے دیہاتی سے کہا: «أَعْتِقْ رَقَبَةً» [4] "ایک غلام آزاد کرو۔"

تو یہ اس کے اس سوال کا جواب تھا کہ وہ رمضان کے مہینے میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کر بیٹھا ہے۔ پس اس میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کفارہ واجب ہونے کی علت ہے۔ حکم کے ساتھ کسی ایسی چیز کو ذکر کرنا کہ اگر اس کے ذریعے تعلیل بیان نہ کی جاتی ہو تو اس کا ذکر کرنا بے فائدہ ہو۔ اس کی دو صورتیں ہیں:

1۔ یہ کہ سائل کسی واقعہ سے متعلق کسی امر کے بارے میں دریافت کرے اور اس کے بعد اس کا حکم ذکر کرے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے تازہ کھجوروں کی خشک کھجوروں کے بدلے بیع کرنے کا حکم پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَيَنْقُصُ الرُّطَبُ إِذَا يَبِسَ؟» "کیا تازہ کھجوریں جب خشک ہو جاتی ہیں تو کم ہو جاتی ہیں؟"

---

1 أبوداؤد، سليمان بن الأشعث، سنن أبي داؤد، كتاب الإيمان، باب كيف يصنع بالمحرم إذا مات: 3338، مكتبه دار السلام للنشر والتوزيع، الرياض، الطبعة الثالثة، 2000ء

2 سورة المائدة:5: 38

3 سورة الطلاق:65: 2

4 البخاري، محمد بن إسماعيل، صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب التبسم والضحك: 6087، دار السلام للنشر والتوزيع، الرياض، الطبعة الثالثة، 2000ء

جواب دیا گیا: جی ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر اس کی تجارت کرنا صحیح نہیں۔ [1]

پس اگر خشک ہو کر تازہ کھجوروں کا حکم ہونا ممانعت کی علت نہ ہوتا تو اس کے بارے میں سوال کرنا بے کار ہوتا۔

2۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کسی سوال کے جواب میں اس کی مثال کی طرف متوجہ کیا جائے جیسا کہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جب خثعم قبیلہ کی عورت نے والدین کی طرف سے حج کرنے کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تمہارے والد پر کوئی قرض ہوتا اور تم اسے ادا کر دیتیں تو کیا تیری ادائیگی اسے فائدہ پہنچاتی؟ اس نے کہا: جی ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: « فَدَيْنُ الله أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى » [2]

''تو اللہ تعالیٰ کا قرض اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔''

تو اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہاں پر قرض ہی علت تھا۔ [3] بعض دیگر شافعی اصولیین ایماء کی ایک دوسرے اعتبار سے چھ اقسام بیان کرتے ہیں، جو کہ علت سے متعلقہ ہیں:

① حکم کا ترتب فاء کے ذریعے علت پر ہو گا۔

② واقعہ کے ذکر کے بعد حکم کا ذکر ہو گا۔

③ حکم کا وصف سے اقتران ہو گا۔

④ شارع ایسے دو امروں کے مابین تفریق کرتا ہے کہ جن میں صفت کے ذریعے حکم لگایا گیا ہے۔

⑤ ایسی چیز کا دورانِ کلام ذکر کرنا جو خود بخود بتائے کہ اس حکم کی یہ علت ہے۔

⑥ شارع خود وصف مناسب کو حکم کے ساتھ ذکر کر دے۔ [4]

مفہوم موافق

ازروئے لغت: 'مفہوم' 'فہم' سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ [5]

اور اصطلاحی اعتبار سے اس کی تعریف یہ ہے: "ما دل عليه اللفظ لا في محل النطق" [6]

---

1 سنن أبي داؤد، كتاب البيوع، باب التمر في التمر: 3359

2 صحيح البخاري،كتاب الصوم، باب من مات و عليه الصوم: 1953

3 ابن النجار، محمد بن أحمد، شرح الكوكب المنير في أصول الفقه: 4/ 128 ، جامعة أم القرى، مكة المكرمة، 2003ء

4 ابن حاجب، جمال الدين، أبو عمرو عثمان بن عمر المالكي، مختصرمنتهي السؤل والأمل في علمي الأصول والجدل: 151ــ 152، مطبعة السعادة، مصر، 1326ھـ

5 الجرجاني، علي بن محمد بن علي، التعريفات: ص90، دار الكتب العربي، بيروت، 1405ھـ

6 زين الدين زكريا بن محمد بن أحمد زكريا، شيخ الإسلام، غاية الوصول شرح لب الأصول: ص37، مصطفىٰ البابي الحلبي، مصر، 1360ھـ

"لفظ کی اپنے ایسے معنی پر دلالت جس کا تعلق اس کے نطق سے نہ ہو۔"

شافعی اصولیوں کے ہاں مفہوم کی دو قسمیں ہیں: 1۔ مفہوم موافق 2۔ مفہوم مخالف

1۔ مفہوم موافق

اس کے بارے میں علامہ آمدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ما يكون مدلول اللفظ في محل السكوت موافقا لمدلوله في محل النطق"[1]

"لفظ کا مدلول محل سکوت اور محل منطوق دونوں جگہوں پر موافق ہو۔"

علمائے احناف مفہوم موافق کو 'دلالت النص' کا نام دیتے ہیں۔ ڈاکٹر عرفان خالد ڈھلوں لکھتے ہیں:

"دلالت النص اپنے معنیٰ پر لفظ کی ایسی دلالت کو کہتے ہیں کہ جس سے اس حکم کی علت معلوم ہو جائے جو نص میں بیان کیا گیا ہے اور جو نص سے مقصود ہے- اور یہ بھی پتہ چل جائے کہ منصوص حکم کا اطلاق کسی ایسے دوسرے واقعہ پر بھی ہوتا ہے جو اس نص میں مذکور نہیں ہے لیکن وہ واقعہ نص میں موجود حکم کی علت میں اس کے مساوی یا اس سے زیادہ شریک ہے۔"[2]

مفہوم موافق کی اقسام

اس کی دو قسمیں ہیں: 1۔ فحوی الخطاب 2۔ لحن الخطاب

1۔ فحوی الخطاب

شیخ سلیمان الاشقر رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 1433ھ) اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

"هي أن يفهم من اللفظ حكم شيئ آخر لم يذكر في اللفظ أولى من المذكور بالحكم"[3]

"یعنی عبارت سے ایسا حکم سمجھ میں آجائے جو لفظوں میں موجود نہ ہو اور یہ مذکور حکم سے اولیٰ ہو۔"

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا﴾[4]

"اگر تمہارے پاس ان (والدین) میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اف تک نہ ہو۔"

1 الإحكام للآمدي: 2/ 210
2 علم اصول فقہ ایک تعارف: 2/307
3 الأشقر، عمر سليمان، الدكتور، الواضح في أصول الفقه للمبتدعين: ص121، الدار السلفية، الكويت، الطبعة الأولى، 1976ء
4 سورة لإسراء: 17: 23

آیت میں مذکور حکم والدین کو 'أف' نہ کہنا ہے، لیکن اس سے ان کو مارنے اور گالی دینے سے روکنے کا حکم بھی نکل رہا ہے، جس کی حرمت یقیناً 'أف' کہنے سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کو قیاس اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔

2۔ لحن الخطاب

صاحب 'المھذب' فرماتے ہیں:

"ما كان المسكوت عنه مساويا للمنطوق به"[1]

"یعنی لحن الخطاب یہ ہے کہ مسکوت عنہ حکم مذکور کے برابر (مساوی) ہو۔"

مفہوم موافق کی مثالیں

① اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾[2]

"بلاشبہ جو لوگ بلا کسی حق شرعی کے یتیموں کا مال کھاتے ہیں تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور عن قریب دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔"

اس آیت کے مطابق یتیموں کا مال کھانا حرام ہے اور مفہوم موافق سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان کا مال جلانا، ادھر ادھر بکھیرنا اور پھینکنا یا کسی طریقے سے بھی تباہ وبرباد کرنا حرام ہے کیونکہ یہ سارے کام بھی ظلم سے مال کھانے کے مترادف ہیں۔ اس میں مشترک علت یتیم کے مال پر زیادتی ہے۔ اس مثال میں جس واقع کا تذکرہ نہیں ہے وہ علت حکم میں مذکور حکم کے مساوی ہے۔

اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ وہ اپنی بیوی کو نہیں مارے گا، پھر وہ اس کے بال کھینچے یا دانت سے اسے کاٹے تو وہ حانث ہو گا کیونکہ اگرچہ اس نے بیوی کو مارنے کی قسم کھائی ہے، لیکن مارنا، بال کھینچنے یا دانت سے کاٹنے کی سب صورتوں میں اذیت کا پہلو پایا جاتا ہے۔ لیکن اگر بال کھینچنا یا دانت کاٹنا الفت سے ہو تو پھر وہ حانث نہیں ہو گا کیونکہ اس میں اذیت کا پہلو نہیں پایا جاتا۔

② ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ﴾[3]

"اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو وہ اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقہ عورت پر عدت واجب ہے تاکہ عورت کے رحم کے خالی ہونے کا یقین

1 النملة، عبد الكريم بن علي بن محمد، دكتور المهذب في أصول الفقه المقارن:4/ 1756، مكتبة الرشد، الرياض، الطبعة الثالثة، 2004م

2 سورة النساء:4: 10

3 سورة البقرة:2: 228

ہو جائے۔ مفہوم موافق سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ یہی علت اس عورت میں بھی پائی جاتی ہے جس کا نکاح کسی اور وجہ سے فسخ ہو جائے، مثلاً مرتد ہونے کی صورت میں نکاح فسخ ہو جائے، تو ایسی عورت کی عدت بھی تین حیض ہو گی۔ یہاں مسکوت عنہ اس حکم کی علت کے مساوی ہے جو آیت میں مذکور ہے لہٰذا دونوں کا حکم ایک ہو گا۔

مفہوم مخالف

ڈاکٹر عبد الکریم زیدان لکھتے ہیں:

"دلالة اللفظ على ثبوت نقيض حكم المنطوق للمسكوت عنه، أي أن يكون المسكوت عنه مخالفاً للمنطوق به في الحكم، فهذا يسمى مفهوم المخالفة" [1]

''اگر کوئی لفظ اس واقعہ کے بارے میں جو کلام میں مذکور نہیں ہے، ایسے حکم کو بتلائے جو اس کلمہ کی نقیض ہو، جو کلام میں مذکور ہو اس کو مفہوم المخالفہ کہتے ہیں۔''

مفہوم مخالف کی اقسام

علمائے اصول نے مفہوم مخالف کی متعدد اقسام کا تذکرہ کیا ہے۔ ہم ان میں سے پانچ اقسام کا ذکر کر رہے ہیں:

1۔ مفہوم صفت 2۔ مفہوم شرط 3۔ مفہوم غایت

4۔ مفہوم عدد 5۔ مفہوم لقب

1۔ مفہوم صفت

امام زرکشی رحمہ اللہ 'مفہوم صفت' کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

"تعليق الحكم على الذات بأحد الأوصاف"[2]

''ذات پر حکم کو کسی ایک وصف کے ساتھ معلق کر دینا۔''

یعنی اگر منطوق میں قید کسی وصف کی ہے تو منطوق کا حکم ثابت مانا جائے اور اگر اس سے اس وصف کی قید ہٹ جائے تو اس کے حکم کو اس کے برعکس سمجھا جائے۔

مثالیں

① قرآن کریم میں ہے:

﴿إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓا﴾[3]

1 الوجيز في أصول الفقه: ص290

2 البحر المحيط في أصول الفقه: 3/ 113

3 سورة الحجرات:49: 6

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو۔"

اس آیت کے بموجب فاسق کی خبر کی تحقیق کرنا ضروری ہے اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر عادل شخص خبر لائے تو تفتیش کرنا واجب نہیں ہے۔

② اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ﴾[1]

"اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں حرام ہیں جو تمہاری صلب سے ہوں۔"

اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جو لڑکے تمہارے صلب سے نہ ہوں، ان کی بیویاں تمہارے لیے حلال ہیں۔

2۔ مفہوم شرط

مفہوم شرط کی تعریف یہ ہے:

"ما يتوقف عليه المشروط ولا يكون داخلا في المشروط ولا مؤثرا فيه"[2]

"مفہوم شرط وہ ہے جس پر مشروط موقوف تو ہوتا ہے لیکن شرط نہ مشروط میں داخل ہوتی ہے اور نہ ہی اس میں مؤثر ہوتی ہے۔"

یعنی جب حکم کو کسی شرط سے معلق کیا گیا ہے تو اسے ویسا مانا جائے جیسا وہ ہے اور جب وہ شرط نہ رہے تو اسے اس کے برعکس مانا جائے۔

مثالیں

① اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾[3]

"اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان پر اس وقت تک خرچ کرتے رہو جب تک ان کا حمل وضع نہ ہو جائے۔"

یہ آیت اس حکم پر دلالت کرتی ہے کہ مطلقہ اگر حاملہ ہو تو دوران عدت اس کا نان نفقہ شوہر پر واجب ہے۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر مطلقہ حاملہ نہ ہو تو اس کے لئے کوئی نان نفقہ نہیں ہے۔

② ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓــًٔا مَّرِيْٓــًٔا ﴾[4]

"اور عورتوں کے مہر خوشدلی کے ساتھ ادا کرو، ہاں اگر وہ خوشدلی کے ساتھ اس مہر میں سے کچھ تم کو چھوڑ دیں تو

1 سورة النساء:4: 23

2 إرشاد الفحول: 2/ 607

3 سورة الطلاق:65: 6

4 سورة النساء:4: 4

اس کو تم مزے سے کھا سکتے ہو۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر بیوی اپنی رضامندی سے مہر میں سے کچھ دے تو شوہر لے سکتا ہے۔ اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر بیوی رضامند نہ ہو تو بیوی کے مہر میں سے کچھ لینا شوہر پر حرام ہے۔

3۔ مفہوم غایت

مفہوم غایت سے مراد ہے:

"دلالة النص الذي قيد الحكم فيه بغاية على انتفاء الحكم بعد هذه الغاية" [1]

"مفہوم غایت وہ ہے جس میں حکم کو غایت کے ساتھ مقید کیا جاتا ہے اور غایت کے عدم وجود کی صورت میں حکم کا انتفاء ہو جاتا ہے۔"

مطلب یہ کہ منطوق میں حکم کو اسی حد تک مانا جائے کہ جس کی اس میں قید لگائی گئی ہے اور جب وہ غایت نہ رہے تو وہ حکم بھی برعکس ہو جائے۔

مثالیں

① قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ [2]

"تمہیں چاہیے کہ اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھولو، سروں پر ہاتھ پھیر لو اور پاؤں ٹخنوں تک دھو لیا کرو۔"

اس کا مفہومِ مخالف یہ ہے کہ وضو میں غایت یعنی کہنیوں کے بعد والے جسم کے حصے اور ٹخنوں سے اوپر والے جسم کے حصے کو دھونا واجب نہیں ہے۔

② اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ﴾ [3]

"پھر اگر دو طلاقوں کے بعد شوہر اس کو تیسری طلاق بھی دے دے تو وہ عورت تیسری طلاق کے بعد اس شخص کے لئے حلال نہ ہو گی، تاوقتیکہ وہ اس شخص کے سوا دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس عورت کو تین طلاقیں مل جائیں وہ اس شخص کے لئے حلال نہ رہے گی جب تک کہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے اور وہ اس کو طلاق دے دے۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اس

---

1 زكي الدين شعبان، أصول الفقه الإسلامي: ص 381، مؤسسة علي الصباح، الرياض، 1408هـ

2 سورة المائدة:5 : 6

3 سورة البقرة:2: 230

غایت کے بعد وہ عورت اپنے پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے گی۔ یعنی جب اس کا دوسرا خاوند اس کو طلاق دے دے اور اس سے علیحدگی ہو جائے تو وہ اپنے پہلے خاوند سے شادی کر سکتی ہے۔

4۔ مفہوم عدد

مفہوم عدد سے متعلق زکی شعبان لکھتے ہیں:

"هو دلالة النص الذي قيد الحكم فيه بعدد معين على انتفائه عما عداه" [1]

"نص کا حکم کسی معین عدد سے مقید ہو، اگر وہ عدد نہ ہو تو حکم بھی نہ پایا جائے۔"

مطلب یہ ہے کہ منطوق میں اگر کسی حکم پر قید رکھی گئی ہے تو اسے ویسا مانا جائے جیسا وہ ہے اور جب اس میں وہ تعداد نہ پائی جائے تو اس کے برعکس مانا جائے۔

مثالیں

① قرآن مجید میں ہے: ﴿ الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ﴾ [2]

"زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔"

اس آیت میں غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ کی حد سو کوڑے بیان ہوئی ہے۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ حد زنا میں سو سے کم یا زیادہ کوڑے مارنا جائز نہیں ہے۔

② اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً ﴾ [3]

"اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں تو ان کو اسی کوڑے مارو۔"

مذکورہ آیت میں قذف کی حد اسی کوڑے بیان ہوئی ہے۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ حد قذف میں اسی سے کم یا زیادہ کوڑے مارنا جائز نہیں ہے۔

5۔ مفہوم لقب

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ مفہوم لقب کی تعریف میں رقمطراز ہیں:

"هو تعليق الحكم بالاسم العلم ... أو اسم النوع" [4]

---

1 أصول الفقه للزكي شعبان: ص382

2 سورة النور:24 : 2

3 سورة النور:24 : 4

4 إرشاد الفحول: 610/2

"حکم کا اسم علم یا اسم نوع کے ساتھ معلق ہونا مفہوم لقب کہلاتا ہے۔"

یعنی منطوق میں حکم اگر کسی جنس یا نوع کے ساتھ خاص ہو تو اسے ویسا ہی مانا جائے جیسا وہ ہے۔ اور جب وہ اس جنس یا نوع کے ساتھ خاص نہ ہو تو اسے اس کے برعکس مانا جائے۔

مثالیں

① علم کی مثال کے حوالے سے قرآن میں یوں ارشاد ربانی ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾[1] "محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔"

اس آیت میں 'محمد ﷺ' اسم علم ہے اور اس آیت کا حکم یہ ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ آپ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اللہ کا رسول نہیں ہے یا یہ کہ حضرت محمد ﷺ کے علاوہ 'محمد' نامی کوئی شخص اللہ کا رسول نہیں ہے۔

② جنس کی مثال کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«الزكاة في البر»[2] "گیہوں میں زکوۃ ہے۔"

یہاں "البر" اسم جنس ہے۔ اس حدیث کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ گیہوں کے علاوہ دوسری اجناس میں زکوۃ نہیں ہے۔ جمہور اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مفہوم لقب میں مفہوم مخالف پر عمل جائز نہیں۔ گویا مفہوم مخالف کی یہ قسم تمام اصولیین بشمول حنفی علما حجت نہیں ہے۔[3]

مفہوم مخالف پر عمل کی شرائط

مفہوم مخالف کی تمام قسمیں منطوق کے حکم کی نقیض بتاتی ہیں اور جو چیزیں مذکور نہیں ہیں ان کا حکم ثابت کرتی ہے، خواہ منطوق کا حکم مثبت ہو یا منفی۔ جو لوگ مفہوم مخالف کے قائل ہیں ان کے نزدیک اس پر عمل کی شرط ہے کہ جس قید کے ساتھ اس حکم کو مقید کیا گیا ہے، اس کا کوئی دوسرا فائدہ نہ ہو، سوائے اس کے کہ منطوق میں جن چیزوں کا حکم بیان کیا گیا ہے، اس کی مسکوت سے نفی ہوتی ہو۔ پس جب وہ قید موجود نہ ہو تو حکم بھی موجود نہ ہو۔ اگر اس کے علاوہ کوئی دوسرا فائدہ ہو تو مفہوم مخالف حجت نہیں ہے اور اس پر عمل بھی مناسب نہیں ہے کہ یہ قید اکثری ہے یعنی یہ قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ لوگوں میں عام طور پر ایسا ہوتا ہے یا رواج ہے۔ چنانچہ اگر قید احترازی نہ ہو تو مفہوم مخالف بالاتفاق حجت نہیں۔ اسی طرح اگر قید کا مقصد تکثیر اور مبالغہ ہو تو اس وقت بھی اس

---

1 سورة الفتح 48: 29

2 ابن أبي شيبة، أبوبكر عبد الله بن محمد، مصنف ابن أبي شيبة،كتاب الزكوة، باب في كل شيء أخرجت الأرض زكوة: 10027، دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد دكن، 1967م

3 الإحكام للآمدي: 3/ 93؛ تسهيل الوصول إلى علم الأصول: ص107

کے مفہوم پر عمل نہیں ہوگا۔[1] امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے مفہوم مخالف پر عمل کرنے کے لیے آٹھ شرائط کا ذکر کیا ہے، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مفہوم مخالف پر عمل کی شرط یہ ہے کہ اس کے ساتھ لگی قید کو اتفاقی کے بجائے احترازی ہونا چاہیے۔[2]

دلالتِ معقول

'دلالت معقول' سے مراد یہ ہے کہ کوئی لفظ اپنے معنی یعنی علت سے جو اس سے نکالی گئی ہو، کسی حکم پر دلالت کرے۔ اس میں مصلحت سے استدلال بھی داخل ہے، خواہ شریعت اس مصلحت کی نوع کی تاکید کرتی ہو کہ جس کو قیاس کہتے ہیں یا جنس کی تائید کرتی ہو کہ جس کو 'مصلحت مرسلہ' کہتے ہیں۔

استحسان اور سد ذرائع بھی اس قبیل سے ہیں، جیسے قرآن مجید کی آیت: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝ ﴾[3] سے شراب کی حرمت معلوم ہوتی ہے۔ یہ حرمت آیت کے الفاظ بتلاتے ہیں، لیکن آیت میں جو علت سمجھ میں آتی ہے یعنی نشہ اس سے نبیذ اور دوسری تمام نشہ آور اشیاء کی حرمت معلوم ہوتی ہے۔

یہ دلالت قیاس کے باب میں داخل ہے کیونکہ ہر قیاس ایسی مصلحت ہے کہ جس کی نوع کی تائید شرع کرتی ہے۔ نبیذ کی حرمت اور اس کے پینے والے کو سزا دینا انسانی عقل اور اس کے ہوش و حواس کی حفاظت کے لئے ہے۔ اور انسانی عقل کی حفاظت کی تائید ایک معین نص سے ہوتی ہے، جو حرمت شراب کے بارے میں وارد ہوئی ہے، یعنی شارع انسانی عقل کی حفاظت چاہتا ہے۔ نبیذ پینے کی ممانعت میں جو مصلحت ہے، شراب پینے کی ممانعت بھی اسی نوع سے تعلق رکھتی ہے یعنی ان دونوں کی ممانعت کا مقصد حفاظت عقل ہے۔[4]

دلالت کی اقسام اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ذیل میں دلالت کی ان تمام قسموں سے متعلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 256ھ) کے نقطہ نظر کو مختلف نکات کی صورت میں صحیح بخاری کے ابواب اور احادیث کی روشنی میں اجاگر کیا جارہا ہے۔

1۔ منطوق کی دلالت مفہوم کی دلالت پر مقدم ہوتی ہے

"كتاب الآذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات كلها...."

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب کے تحت چار احادیث لائے ہیں اور ان چار حدیثوں کے مجموعی مفہوم سے ایک

---

1 جامع الاصول اردو ترجمہ الوجيز في أصول الفقه: ص553-555

2 إرشاد الفحول: 1/ 600

3 سورة الأنعام: 6: 90

4 جامع الاصول: ص582-583

خاص مسئلہ کی طرف اشارہ فرمانا چاہتے ہیں۔ وہ مسئلہ یہ ہے: «لا صلاة إلا بفاتحة الكتاب» اس باب میں امام صاحب لفظ "صلاۃ "کے مجازی معنی سے یہ مسئلہ نکال رہے ہیں کہ چونکہ ایک رکعت کو بھی صلاۃ کہا جاتا ہے تو خود بخود مفہوم واضح ہو گا کہ سورۃ فاتحہ نماز کی ہر رکعت میں واجب ہے۔ اصل میں اس کے پس منظر میں امام صاحب کی وہ معلومات ہیں جو ان کے ذہن میں تھیں۔ اس پر آپ نے مستقل تصنیف بھی فرمائی ہے، جو ان کے تبحر علمی کی دلیل ہے۔ امام صاحب کے سامنے اس مسئلہ سے متعلقہ تمام تر احادیث کے متون اور اسناد بالکل واضح تھے، جن میں سے ایک وہ اسی باب میں لے کر آئے ہیں کہ جس کے آخری الفاظ یہ ہیں:" وافعل ذلك في صلاتك كلّها" لیکن اس سے بھی زیادہ صریح وہ روایت ہے کہ جس کے الفاظ ہیں: "ثم افعل ذلك في كلّ ركعة"

امام صاحب کا باب کے الفاظ سے استدلال صریح دلیل سے نہیں بلکہ مفہوم سے ہے، کیونکہ صریح احادیث صحیح بخاری کی شرط پر پورا نہیں اترتی تھیں، لیکن ان روایات کا وجود بھی تھا اور امام صاحب کے علم میں بھی تھیں، اسی لیے انہوں نے یہ انداز اختیار فرمایا کہ منطوق کے بجائے مفہوم سے مسئلہ اخذ کر لیا جائے اور ساتھ ساتھ ضمنی طور پر یہ اشارہ بھی کر دیا جائے کہ بلاشبہ مسئلہ مفہوم سے اخذ کیا جارہا ہے، مگر منطوق مفہوم سے مقدم ہوتا ہے۔[1]

2۔ جمہور کے نزدیک 'مفہوم' لفظ کے لوازم میں سے ہوتا ہے

"كتاب العمل في الصلاة، باب ما يجوز من التسبيح والحمد في الصلاة للرجال"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں امام کے بھول جانے کی صورت میں تسبیح اور تحمید کے لیے 'رجال' کی قید لگائی ہے، کیونکہ اس کے بعد ایک دوسرا باب بھی لا رہے ہیں، جس میں 'تصفیق' (ہلکے انداز کی تالی بجانا) کے لیے 'نساء' کی قید ہے۔ امام صاحب نے ان دو ابواب میں "رجال" اور "نساء" کی قید الگ سے اس لیے لگائی تاکہ مفہوم کی تعیین کی جاسکے، کیونکہ اگر یہ قید نہ لگائی جائے تو تسبیح اور تصفیق کا حکم مردوں اور عورتوں کے لیے ثابت ہو جاتا جو کہ شریعت کی منشا کے خلاف ہے۔ اصل میں اس انداز سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں: "لا تسبيح إلا للرجال ولا تصفيق إلا للنساء" اس لیے کہ مفہوم لفظ کے لوازم میں سے ہوتا ہے، کوئی اجنبی چیز نہیں ہوتا۔[2]

3۔ مفہوم موافق مفہوم مخالف سے قوی ہوتا ہے

"كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿ والله خلقكم و ما تعملون ﴾ .... "

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ ترجمۃ الباب سے معتزلہ کا رد فرما رہے ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خود

1 صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات كلّها ...: 757

2 صحيح البخاري، كتاب العمل في الصلاة، باب ما يجوز من التسبيح والحمد في الصلاة...: 1201

خالق ہے۔ اصل میں معتزلہ اس آیت کی تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا آیت میں 'ما' موصولہ ہے، امام بخاری کے نزدیک اس آیت کے مفہوم کو حقیقت پر محمول کیا جائے گا اور مجازی معنیٰ مراد نہیں لیے جائیں گے جبکہ آیت ﴿وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَ مَا تَعْمَلُوْنَ۝۹۶﴾ میں "ما" موصولہ نہیں بلکہ "ما" مصدریہ ہے۔ اصل میں اس آیت کا 'مفہوم موافق' لیا جائے تو حقیقی معنی اخذ ہوتا ہے، اگر مفہوم مخالف لیا جائے تو مجازی معنی حاصل ہوں گے اور یہ معانی اہل سنت والجماعت اور امام بخاری رحمہ اللہ کے موقف کے صریح خلاف ہیں۔ یہاں 'مفہوم موافق' سے مراد اس کی تینوں قسموں میں سے قوی ترین قسم ہے، جن کا تذکرہ پیچھے 'مفہوم' کی بحث میں گذر چکا ہے۔[1]

4۔ مفہوم کے حجت ہونے کے لیے ضروری ہے کہ 'منطوق' کے معارض نہ ہو

"كتاب الحج، باب من أذن و أقام لكل واحدة منهما"

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب سے ایک خاص اصول کی طرف رہنمائی فرما رہے ہیں اور وہ یہ کہ 'مفہوم' صرف اس صورت میں حجت ہے جبکہ وہ 'منطوق' کے معارض نہ ہو۔ بعض لوگ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ مسئلہ نکالتے ہیں کہ عرفہ کے علاوہ کسی اور دن نمازیں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف دو نمازیں جمع کرتے دیکھا ہے، لیکن دوسری طرف حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے موقف کے مخالف کئی احادیث ایسی موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مواقع پر نمازیں جمع فرمائی ہیں۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے حوالے سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اس حدیث میں نمازیں جمع کرنے کے عدم جواز کا مسئلہ 'منطوق' نہیں بلکہ 'مفہوم' ہے۔ دوسرا یہ کہ اصولاً اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔ تیسرا یہ کہ دو نمازوں کا جمع کرنا ایک ٹھوس اور اٹل حقیقت ہے جو کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے۔ اور جس اصول کی روشنی میں نمازیں جمع کرنے کا عدم جواز ثابت کیا جاتا ہے، اس اصول کو خود دعویٰ کرنے والے نہیں مانتے اور جو لوگ اس اصول کو مانتے ہیں ان کے ہاں شرط ہے کہ کوئی 'منطوق' اس کے معارض نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ ابن مسعودؓ کی روایت کا 'مفہوم' کئی احادیث کے 'منطوق' سے متصادم ہے۔ امام صاحب نے اسی اصول کو سامنے رکھ کر مذکورہ بالا باب منعقد فرمایا ہے اور اس کے تحت ایسی حدیث لائے ہیں، جس کے مطالعہ کے بعد یہ اصول از خود ثابت ہو جاتا ہے۔[2]

5۔ 'مفہوم مخالف' سے استدلال کے لیے ضروری ہے کہ اس کا مفہوم 'مفہوم موافق' کے مخالف نہ ہو

"كتاب الإيمان، باب قول النبي ﷺ: الدين النصيحة لله ولرسوله ...."

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں دو احادیث لائے ہیں۔ دوسری حدیث کے اندر الفاظ کچھ اس طرح سے ہیں:

1 صحيح البخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: والله خلقكم و ما تعملون: 7555

2 صحيح البخاري، كتاب الحج، باب من أذن و أقام لكل واحدة منهما: 1675

"عَلَيْكُمْ بِاتِّقَاءِ اللهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَالْوَقَارِ، وَالسَّكِينَةِ، حَتَّى يَأْتِيَكُمْ أَمِيرٌ، فَإِنَّمَا يَأْتِيكُمُ الْآنَ."[1]

یہاں پر 'مفہوم غایت' کے لیے حتیٰ آیا ہے اور بعض شروط کے ساتھ مفہوم غایت جو کہ مفہوم مخالف کی ایک قسم ہے، حجت ہوتا ہے۔ اور وہ شرط یہ ہے کہ مفہوم موافق اور مفہوم مخالف دونوں میں تعارض نہ ہو جیسا کہ بظاہر یہاں محسوس ہو رہا ہے کہ امیر کے آنے تک اللہ سے ڈرو اور سنجیدگی اور وقار اختیار کرو۔ یہاں یہ 'مفہوم مخالف' مراد نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس کا مطلب تو یہ بنتا ہے کہ امیر کے آنے کے بعد اللہ سے ڈرنے یا سنجیدگی یا اطمینان کی ضرورت نہیں۔ پس یہ 'مفہوم' اس جگہ پر قابل حجت نہیں کیونکہ یہ 'مفہوم موافق' کے ساتھ ٹکرا رہا ہے۔

6۔ مفہوم مخالف پر عمل کی شرائط میں سے ہے کہ منطوق کی قید 'اتفاقی' کے بجائے 'احترازی' ہو

"كتاب تقصير الصلاة، باب الصلاة بمنىً"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب کے تحت تین احادیث لائے ہیں، جن میں حالت امن میں نماز قصر کا ذکر ہے۔ امام صاحب ان احادیث کو لا کر اس اصول کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ مفہوم مخالف کی قبولیت کے لیے جہاں دیگر شروط ضروری ہیں، وہاں ایک شرط یہ بھی ہے کہ منطوق مخرج غالب کے طور نہ لایا گیا ہو، کیونکہ حدیث کے الفاظ ہیں: «صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ ﷺ آمَنَ مَا كَانَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ»[2]

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حالت امن میں منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھائی۔"

قرآن کریم میں ہے: ﴿ وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾[3]

"اور جب تم لوگ سفر کے لیے نکلو تو کوئی مضائقہ نہیں اگر نماز میں اختصار کر دو (خصوصاً) جبکہ تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوب یہ بتاتا ہے کہ وہ قرآن کی اس آیت کے 'مفہوم مخالف' کے قائل نہیں ہیں، کیونکہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں واضح طور موجود ہے کہ امن کی حالت میں بھی قصر کی جا سکتی تھی اور صحابہ کرام، جن کے فہم کلام میں کوئی دو رائے نہیں، بھی اس آیت کو مطلق لیتے تھے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصر سے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ "یہ اللہ کا صدقہ ہے جو اللہ نے تم پر کیا ہے۔"[4]

7۔ جب تک پہلو متعین نہیں ہو گا 'مفہوم مخالف' پر عمل نہیں کیا جائے گا

"كتاب مواقيت الصلاة، باب الصلوات الخمس كفارة"

---

1 صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب قول النبي الدين النصيحة لله و لرسوله...: 58

2 صحيح البخاري، كتاب تقصير الصلاة، باب الصلاة بمنىً: 1083

3 سورة النساء:4: 101

4 صحيح البخاري، كتاب تقصير الصلاة، باب الصلاة بمنىً: 1082

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب کے تحت جو حدیث لائے ہیں اس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک آدمی کے دروازے کے باہر نہر جاری ہو اور اس میں وہ روزانہ پانچ بار نہائے تو کیا اس کے جسم پر میل کچیل باقی رہے گی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال بھی یہی ہے، اللہ ان کے ساتھ گناہ مٹا دیتے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر جو باب منعقد فرمایا ہے، اسے ہم غیر متعین کہہ سکتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ انھوں نے پانچ نمازیں پڑھنے سے کس قسم کے گناہ معاف ہوتے ہیں، اس کی تعیین نہیں فرمائی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں پر مفہوم مخالف اخذ نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ جب 'مفہوم مخالف' دو باہم مختلف چیزوں کے درمیان دائر ہو جائے تو اس پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ علاوہ ازیں 'مفہوم مخالف' پر عمل کرنے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس کا پہلو متعین ہو، جبکہ یہاں پر پہلو متعین نہیں ہے۔ لیکن یہ حتمی ہے کہ اس سے کم از کم ایسے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں، جن پر اصرار نہ کیا جائے اور اگر صغیرہ گناہ اصرار کے ساتھ ہو یا بہت سارے صغائر اور کبائر اکٹھے ہوں تو ایسی صورت میں کسی بھی پہلو کو متعین کرنا ممکن نہیں ہے۔ امام صاحب کا اسلوب اسی قسم کی صورتحال کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔[1]

8۔ اگر منطوق کی 'قید' کی حالت ویسی ہو جیسی علت کی معلول کے ساتھ تو معتبر ہو گی، وگرنہ نہیں

"کتاب الزکوة، باب زکوة الغنم"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب کے تحت ایک طویل حدیث لائے ہیں، جس میں یہ لفظ ہیں:

"فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ ..."[2]

جبکہ مؤطا امام مالک میں "وفي سائمة الغنم...." کے الفاظ ہیں۔ اگر باب اور ان الفاظ کو ملا کر دیکھیں تو واضح ہوتا ہے کہ مفہوم مخالف لینے کی صورت میں نہ چرنے والی بکریوں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ امام صاحب نے یہ اسلوب کیوں اختیار فرمایا؟ وہ اس لیے کہ خاص طور پر ایسے مسائل میں جہاں امام صاحب کے نزدیک ایک پہلو خاصا واضح ہوتا ہے وہاں پر وہ حدیث کے ساتھ اصول فقہ کو بھی بنیادی استدلال بناتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں پر بھی امام موصوف اپنی عادت کے مطابق اس اصول کو بیان فرمانا چاہتے ہیں کہ صفت 'سائمہ' زکوٰۃ کے حکم کے لیے مناسب ہے، لہٰذا یہ مناسبت کسی طرح بھی علت معلول کی مناسبت سے کم نہیں، تو ایسی جگہ پر مفہوم مخالف معتبر ہو گا اور یہی امام صاحب کا مقصود تھا۔

9۔ 'مفہوم صفت' مفہوم مخالف کی قوی ترین صورت ہے

"کتاب الرقاق، باب ﴿لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ ....﴾[3]"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب کے تحت فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ سورج کے مغرب سے طلوع

---

1 صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلاة، باب الصلوات الخمس كفارة: 528

2 صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم: 528

3 صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب لا ينفع نفسا إيمانها لم تكن آمنت من قبل ...: 6506

ہو جانے کے بعد کافر کو اس کا اسلام کوئی فائدہ نہیں دے گا اور نہ ہی مومن کو اس کا عمل سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد فائدہ دے گا۔ اسی طرح ایمان اور عمل صالح حلق میں دم اٹکنے سے پہلے تک قابل قبول ہیں۔ یہ مفہوم یہاں 'مفہوم صفت' سے اخذ کیا گیا ہے، یعنی ایمان اور عمل صالح کے قابل قبول ہونے کی اس شرط کی بنیاد 'مفہومِ صفت' ہے۔

10۔ 'مفہوم شرط' کو دلیل بنانے میں اختلاف ہے، لیکن اکثر اصولیین کے ہاں مفہوم شرط حجت ہے

"كتاب الزكوة، باب أخذ الصدقة من الأغنياء وترد في الفقراء حيث كان"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب کے تحت یہ حدیث لائے ہیں:

"... فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَة ...."[1]

اس حدیث سے بظاہر یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ اگر کفار اسلام قبول کر لیں تو نمازیں پڑھیں اور پھر زکوۃ کی ادائیگی کریں اور پھر بالترتیب دیگر احکامات پر عمل پیرا ہوں، لیکن حدیث کے ظاہر سے یہ مفہوم لینا درست نہیں ہے، کیونکہ 'مفہوم شرط' کو دلیل بنانا مختلف فیہ ہے اور یہ استدلال کمزور ہے، کیونکہ دعوت میں ترتیب، وجوبِ احکام میں ترتیب کو لازم نہیں، جیسا کہ صلوۃ اور زکوۃ میں وجوب کے اعتبار سے ترتیب نہیں ہے اور نماز کی عدم ادائیگی سے زکوۃ کا اسقاط لازم نہیں آتا۔ اگر حدیث کے اس اسلوب سے ترتیب مراد نہیں ہے تو پھر یہ اسلوب اختیار کرنے کی کیا وجہ ہے؟ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ زکوۃ سب لوگوں پر فرض نہیں ہوتی، اس کے لیے بعض شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ اور اس کی ادائیگی سال کے بعد فرض ہوتی ہے، جبکہ نماز ایک دن میں پانچ مرتبہ ادا کرنا فرض ہے۔ تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سب سے پہلے اہم ترین چیز کو بیان کیا اور اس کے بعد اس سے کم اہم چیز کا تذکرہ کیا گیا۔ اور اس کو الگ الگ بیان کرنے میں ایک سہولت یہ بھی ہے کہ اگر ایک ہی مرتبہ تمام چیزوں کا مطالبہ کر دیا جاتا تو نفور پیدا ہو سکتا تھا۔ واضح رہے کہ مفہوم شرط جمہور کے نزدیک حجت ہے۔[2]

11۔ 'مفہوم عدد' ضعیف ہوتا ہے، جبکہ منطوق میں اس کے معارض بات موجود ہو

"كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿ ووهبنا لداود سليمان .... ﴾ "

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں پر اصولیین کے ایک اختلاف کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ 'مفہوم عدد' کی اصول فقہ میں کیا حیثیت ہے؟ انھوں نے ترجمۃ الباب میں سیدنا سلیمان علیہ السلام کی بیویوں کی تعداد کے حوالے اپنا رجحان کسی طرف واضح نہیں کیا ہے، کیونکہ روایات میں ان کی تعداد کے بارے میں مختلف اعداد منقول ہیں۔ اس

---

1 صحيح البخاري، كتاب الزكوة، باب أخذ الصدقة من الأغنياء و ترد في الفقراء حيث كان: 1496

2 ابن حجر العسقلاني، أحمد بن علي، فتح الباري: 2/ 350، دار الكتب العلمية، بيروت، 1995م

باب کے تحت وہ پانچ احادیث لائے ہیں، جن میں سے دو احادیث میں عدد کا ذکر موجود ہے۔ پہلی حدیث میں ہے:

" لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى سَبْعِينَ امْرَأَةً... قَالَ شُعَيْبٌ وَابْنُ أَبِي الزِّنَادِ: تِسْعِينَ وَهُوَ أَصَح "

دوسری حدیث میں لفظ ہیں: "قال أربعون" [1]

معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ 'مفہوم عدد' کو حجت مانتے ہیں، بشر طیکہ اس کا مفہوم موافق سے تعارض نہ ہو۔ واضح رہے بعض فقہا مفہوم عدد کے قائل نہیں ہیں، لیکن اکثریت کے نزدیک 'مفہوم عدد' حجت ہے، ان شرائط کے ساتھ جو کہ مفہوم مخالف کے لیے ضروری ہیں۔[2]

12۔ مفہوم عدد کی دلالت قطعی اور یقینی نہیں ہوتی، بلکہ احتمالی ہوتی ہے

"كتاب الجنائز، باب ثناء الناس علي الميت"

اس باب کے تحت حدیث کے الفاظ ہیں:

"اسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ پہنچا تو وہاں پر وبا پھیلی ہوئی تھی۔ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ وہاں سے ایک جنازہ گزرا تو فوت شدہ کے متعلق اچھی بات کہی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: واجب ہو گئی۔ ایک اور جنازہ گزرا تو اس کی بھی تعریف کی گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: واجب ہو گئی۔ پھر ایک تیسرا جنازہ گزرا تو اس کی مذمت کی گئی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: واجب ہو گئی۔ اسود رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا امیر المومنین! کیا واجب ہو گیا؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ویسے ہی کہا ہے جیسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر چار لوگ کسی مسلمان کے اچھا ہونے کی گواہی دے دیں، تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرماتے ہیں۔ میں نے کہا: اگر تین بھی گواہی دے دیں پھر بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! میں نے کہا اگر دو گواہی دے دیں پھر بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو بھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر ہم نے ایک کے متعلق سوال نہیں کیا۔"[3]

اس حدیث میں مفہوم مخالف کے بجائے 'مفہوم موافق' کا اعتبار کیا گیا ہے، اگر یہاں مفہوم مخالف کو لیا جائے تو حدیث کا مفہوم بہت عجیب صورت اختیار کر لے گا۔ اگر چار لوگوں کی گواہی کا 'مفہوم مخالف' لیں تو مفہوم یہ بنتا ہے کہ چار سے زیادہ کی گواہی میت کے جنت جانے میں مفید کے بجائے مضر ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا 'مفہوم مخالف' مراد لینا عقلاً محال ہے۔ اسی بنا پر صحابہ نے بھی یہاں 'مفہوم مخالف' کے بجائے مفہوم موافق مراد لیا ہے۔ اسی لیے انھوں نے چار سے کم تین اور دو افراد کی گواہی سے متعلق دریافت کیا اور چار سے اوپر پانچ کا سوال نہیں کیا۔ ثابت ہوا کہ مفہوم عدد کی دلالت یقینی نہیں بلکہ احتمالی ہوتی ہے، اسی لیے صحابہ بار بار حضرت سے پوچھتے رہے۔

---

1 صحيح البخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿ووهبنا لداود سليمان...﴾: 3424

2 فتح الباري: 14/ 743

3 صحيح البخاري،كتاب الجنائز، باب الثناء الناس علي الميت: 1368

13۔ بسا اوقات مفہوم صفت اور مفہوم عدد صرف منطوق کی مسکوت سے مماثلت کا فائدہ دیتے ہیں

"كتاب التفسير، باب "لا تصلي علي أحد منهم مات أبدا و لا تقم علي قبره"

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴾ [1]

جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں کہ یہ آیت عبد اللہ بن ابی بن سلول سے متعلق نازل ہوئی۔ اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: "میں ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کرلوں گا۔"

نبی کریم ﷺ کے فرمان سے واضح طور پر مبالغہ کا فائدہ حاصل ہو رہا ہے۔ اس وجہ سے آپ ﷺ کے مذکورہ قول کا جواب مشکل ہو گیا، کیونکہ ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کرنے کا حکم وہی ہے جو ستر بار یا اس سے کم کرنے کا ہے۔ اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے صرف اس کے مخلص رشتہ داروں کی دلجوئی کے لیے ایسا کیا، جبکہ ایسا قطعاً نہیں تھا کہ اگر آپ ﷺ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار فرمائیں گے تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ اسی طرح اس باب کے تحت آنے والی دوسری حدیث کے الفاظ ہیں کہ "اگر مجھے پتہ ہو کہ میں ستر سے زیادہ بار استغفار کروں گا تو اس کی بخشش کر دی جائے گی تو میں ستر سے زیادہ مرتبہ بھی استغفار کروں۔[2]

14۔ مفہوم مخالف کی قسم 'مفہوم لقب' سے استدلال جائز نہیں

"كتاب المغازي، باب حديث كعب بن مالك"

اس باب کے تحت آنے والی حدیث کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے جنگ تبوک سے متعلق ایک واقعہ پر مشتمل ہے، جس میں یہ ہے کہ نبی ﷺ کے سامنے تین صحابہ کرام پیش ہوئے۔ ان میں سے جب کعب رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے سامنے پیش ہوئے اور آپ ﷺ نے جنگ میں شریک نہ ہونے کی وجہ دریافت فرمائی تو انھوں نے کسی بہانہ کے بجائے سچ سچ بات بیان کر دی کہ جس کے جواب میں نبی ﷺ نے فرمایا: "أما هذا فقد صدق...."[3]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان الفاظ سے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ بسا اوقات مفہوم لقب حجت ہوتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اسکے ساتھ قرینہ ملا ہوا ہو، کیونکہ آپ ﷺ کے الفاظ سے بظاہر یہ محسوس ہو رہا ہے کہ کعب کے علاوہ باقیوں نے جھوٹ بولا تھا، لیکن حقیقتاً ایسا نہیں تھا۔ اس میں اس قدر عموم نہیں ہے کہ کعب کے علاوہ ہر ایک کو مراد لے لیا جائے، کیونکہ دوسرے دونوں صحابہ یعنی مرارہ رضی اللہ عنہ اور ہلال رضی اللہ عنہ بھی سچے تھے۔

---

1 سورة التوبة:9: 80

2 صحيح البخاري،كتاب التفسير، باب لا تصل علي أحد منهم مات أبدا...: 4672

3 صحيح البخاري،كتاب المغازي، باب حديث كعب بن مالك: 4418